حضرت سالم بن عبداللہؓ اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ (جہاد) میں شریک کار تھا اس میں دشمنوں کی ہم سے مڈبھیڑ ہو گئی، چنانچہ ہم میدان میں نکل پڑے، نماز کا وقت آیا تو ہم دو حصوں میں بٹ گئے، ایک گروہ آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا اور دوسرا دشمنوں کے مقابل ڈٹا رہا، پہلا گروہ جب آپ کے ساتھ ایک رکعت نماز پوری کر چکا تو یہ دشمنوں کے مقابلہ میں آگیا اور دوسرے گروہ نے آپ کے ساتھ آکر ایک رکعت نماز پڑھی، آپ نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر لیا اور اس کے بعد ہر ایک نے اپنی اپنی بقیہ ایک رکعت پوری کی مشرکین عرب کو یقین تھا کہ ان جاں نثاران اسلام کو نماز اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان سے زیادہ پیاری ہے اس لئے وہ قصداً اوقات نماز میں سخت سے سخت حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضجنان وعسفان کے درمیان نزول اجلال فرمایا یہ دیکھ کر مشرکین کہنے لگے ان لوگوں کو ایک ایسی نماز درپیش ہے جو ان کو ساری دنیا اور بال بچوں سے بھی زیادہ محبوب ہے جس کا نام عصر ہے لہذا تم متفق ہو کر یکبارگی پوری قوت سے ان پر ٹوٹ پڑو ادھر مشرکین میں یہ مشورہ ہو رہا تھا ادھر جبریل امین نے آکر آں حضرت صلعم کو بتایا کہ اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں بانٹ دیجئے اور ہر ایک کو ایک ایک نماز اس طرح پڑھا دیجئے کہ دوسرا حصہ مسلح ہو کر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹا رہے، اس طرح ان کی ایک ایک رکعت ہوگی اور آپ کی دو رکعتیں۔ (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الخوف)

میدان جہاد وقتال میں بھی شریعت نے جماعت ٹوٹنے نہیں دی اور اس نازک موقع پر خود اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ آپ کی رہنمائی فرمائی اور حکمت عملی بتا کر شکست

پ ـــ پا لیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ پروردگار عالم کو جماعت کی نماز محبوب ہے۔

نظم جماعت پر اجماع صحابہ | جماعت کی نماز کی اسی عظمت شان کے پیش نظر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ آدم کے بیٹوں کے کان کا پگھلاتے ہوئے سیسہ سے بھر جانا بہتر ہے کہ وہ اذان سنیں اور اور جماعت کی نماز کے لئے مسجد میں نہ آئیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جو لوگ مؤذن کی آواز سنتے ہیں اور عذر شرعی نہ ہوتے ہوئے بھی جماعت کے لئے نہیں نکلتے، ان کی نماز، نماز ہی نہیں ہے، حضرت علیؓ کا بھی یہی کہنا ہے۔

حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا، اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو تہجد و نوافل پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا، آپ نے جواب دیا "ھو فی النار" وہ دوزخی ہے پھر دوسرے دن اس نے آکر یہی سوال کیا، راوی کا بیان ہے تقریباً ایک مہینہ برابر اس نے ایسا ہی کیا مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ وہ دوزخی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جس نے اذان سنی اور پھر بھی اس کو قبول نہیں کیا حالانکہ اس کو کوئی عذر شرعی بھی نہ تھا تو ایسے شخص کو خیر نصیب نہیں اور نہ اس کا اس میں کوئی جذبہ معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک قول پہلے گذر چکا ہے کہ جماعت کی نماز میں وہی شخص نہیں آتا جو کھلا ہوا منافق ہے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے اقوال جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آئے ہیں وہ درجہ صحت و شہرت کی حد تک پہنچے ہوتے ہیں اور ان کی مخالفت میں کسی صحابی سے کوئی بات بھی نہیں آئی ہے کہ تذبذب کی گنجائش نکل سکے پس ان تمام امور کے مدنظر ماننا پڑتا ہے کہ جماعت کی نماز پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے (کتاب الصلوٰۃ لابن القیم فصل سادس ص۹۹)

نظمِ جماعت فقہاءِ امت کی نظر میں

اصولیین نقہا اپنی کتابوں میں جماعت کی نماز کو "ادائے کامل" اور منفرد کی نماز کو "ادائے قاصر" سے تعبیر فرماتے ہیں "کامل" سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس طریقہ پر نماز مشروع ہوئی ہو اسی طریقہ سے ادا کی جائے اور "قاصر" وہ ہے جو طریقۂ مشروعہ کے خلاف طریقہ پر ادا کی جائے ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت جبریل امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہل عملی تعلیم با جماعت دی تھی جیسا کہ ترمذی اور حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ واقعہ مصرح ہے۔

(نور الانوار مع قمر الاقمار بحث کامل و قاصر صہ ۴۳)

فقہاءِ امت میں محققین جماعت کی نماز کو واجب کہتے ہیں چنانچہ ابن الہمام نے بدائع سے وجوب کا قول اپنی تائید کے ساتھ نقل کیا ہے اور جن لوگوں نے اس کو لفظ "سنت" سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ بیان کی ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

يجب على العقلاء البالغين الاحرار القادرين على الجماعة من غير حرج واذا فاتته لا يجب عليه الطلب في المساجد بلا خلاف بين اصحابنا بل ان اتى مسجدا آخر للجماعة فحسن وان صلى في مسجد حيه منفردا فحسن (فتح القدیر صہ ۱۲۹ ج ۱)

جو عاقل، بالغ، آزاد اور بغیر عذر شرعی جماعت کی نماز پر قادر ہو اس پر جماعت واجب ہے اور اگر سعی کے باوجود کسی کی جماعت چھوٹ جائے تو باتفاق ہمارے یہاں ایسے شخص پر واجب نہیں ہے کہ وہ مسجدوں میں جماعت تلاش کرتا پھرے، ہاں اگر ایسا کرے تو مستحسن ضرور ہے اور اگر اپنے محلہ کی مسجد ہی میں اکیلا نماز ادا کرے تو ایسی حالت میں یہ بھی درست ہے۔

اس سے بھی جماعت کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے بلاشبہ اگر اپنی مسجد میں غیر ارادی طور پر جماعت نہ مل سکے تو دوسری مسجدوں میں جماعت کی تلاش واجب نہیں ہے، مگر مستحسن

ضرور ہے، یوں تو اس کو اختیار ہے کہ اپنی ہی مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے یا گھر میں یا مسجد سے باہر کسی اور جگہ میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کے ثواب کے حصول کی کوشش کرے چنانچہ ابن الہمام لکھتے ہیں۔

وکذا لک فی القدوری یجمع باهله ویصلی بهم یعنی ینال ثواب الجماعة وقال شمس الائمة الاولی فی زماننا تتبعها۔ (فتح القدیر ص۱۳۹ ج۱)	اسی طرح قدوری میں ہے کہ اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت سے پڑھ لیا تو بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا، شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جماعت تلاش کرنا اولیٰ ہے۔

جماعت جب واجب ہے تو پھر فقہا اور محدثین نے اسے "سنت" کے لفظ سے کیوں تعبیر کیا؟ اس کے متعلق ابن الہمام لکھتے ہیں

انها واجبة وتسمیتها سنة لوجوبها بالسنة (فتح القدیر ص۱۳۹ ج۱)	بلاشبہ ہے تو جماعت واجب مگر "سنت" اس لئے کہا گیا ہے کہ جماعت کا وجوب سنت (حدیث) سے ہے۔

حدیث میں جماعت کے متعلق جہاں سنت کا لفظ آیا ہے اس کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

مگر اینجا طریقہ مسلوک کہ در دین مراد دارند یا آنکہ ثبوت وجوب از سنت است (اشعۃ اللمعات قلمی ص۲۴۹ ج۱)	"سنن ھدی" کی مراد یہاں دین کا چلا ہوا راستہ ہے یا یہ مراد ہے کہ جماعت کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

ابن الہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی بغیر عذر شرعی بجائے مسجد گھر میں با جماعت نماز ادا کرے تو اس شخص کا ایسا کرنا بدعت ہے خواہ یہ فعل اس کا گا ہے گا ہے ہی کیوں نہ ہو۔[1]

[1] فتح القدیر ج ۱ ص ۱۳۹

بشرطیکہ اس کے قصد وارادہ کو دخل ہو

شکست جماعت کی سزا | اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت کی نماز محققین کے یہاں کم ازکم وجوب کا درجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص بغیر عذر شرعی جماعت کی نماز کا تارک ہو اور وہ اس کا تقریباً عادی ہو چکا ہو تو شرعاً اس کی گواہی مردود قرار دیدی جائے گی اور اس کو پیٹا جائے گا پھر قید میں ڈال دیا جائے گا اور اس کے پڑوسیوں پر حق ہے کہ ایسے شخص کو سمجھائیں بجھائیں اور جماعت سے غیر حاضر ہونے پر سکوت نہ کریں ورنہ وہ شریعت کی نظر میں گنہگار ہونگے

یہ سزا تو اس وقت ہے جب کوئی ایک دو شخص کریں اور اگر خدانخواستہ پوری آبادی جماعت کی نماز چھوڑ دے تو ان سے قتال کیا جائیگا کیونکہ یہ ایک بڑے شعار دین کو ترک کر رہے ہیں، صاحب "التحریر المختار" کے الفاظ یہ ہیں۔

فلو ان اهل مصر ترکوها قوتلوا واذا	اگر تمام اہل شہر جماعت کی نماز ترک کر دیں تو ان
ترك واحد ضرب وحبس كما	سے قتال کیا جائے اور جب کوئی ایک فرد تارک
في الخلاصة (ص۶۹ ج۱)	جماعت ہو تو اس کو پیٹا جائے اور قید کر دیا جائے

ایسے ہی خلاصہ میں ہے

نظم جماعت کا اہتمام عہد نبوی میں | فقہاء امت کا تارکین جماعت کے متعلق یہ حکم بے وجہ نہیں، عرض کیا جا چکا ہے کہ ترکِ جماعت نفاق کی علامت سمجھی گئی ہے اذان سن کر بھی جو مسجد میں نہ آئے اس کی نماز، نماز نہیں کہی جاتی تھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ بڑی سے بڑی مجبوری ہے پھر بھی ترکِ جماعت کی ہمت نہ فرماتے تھے کسی نے اپنے معقول عذر سے مجبور ہو کر پوچھا بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا، حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے۔

لہ فتح القدیر ج۱ ص ۲۴۱

أتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل أعمى فقال يا رسول الله انه ليس لي قائد يقودني الى المسجد فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يرخص له فيصلي في بيته فرخص له فلما ولى دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوة قال نعم قال فاجب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی راہ بر نہیں ملتا جو لیجایا کرے، لہذا مجھے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادیں، آپ نے اس کو رخصت (اجازت) دیدی جب واپس ہوا تو پھر بلایا اور پوچھا تم اذان سنتے ہو یا نہیں؛ اس نے کہا جی ہاں سنتا تو ہوں آپ نے فرمایا تو پھر قبول کرو اور مسجد آؤ۔

(مسلم باب صلوۃ الجماعۃ ج ۱ ص ۲۳۲)

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابن ام مکتوم رض کا ہے کہ انھوں نے دربار رسالت میں درخواست کی کہ میں ایک نابینا آدمی ہوں میرا گھر مسجد سے دور ہے، اور مجھے مسجد تک لے جانے والا کوئی نہیں ہے مزید برآں یہ کہ شہر میں موذی جانور اور درندے عموماً پھرا کرتے ہیں کیا ان عذروں کے ہوتے ہوئے جماعت سے غیر حاضری کی میرے لیے کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟ کہ حضرت کے حکم سے میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اذان سنتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں حضرت سنتا ہوں، آپ نے فرمایا تو پھر رخصت کیسے مل سکتی ہے جماعت کے لئے مسجد ہی آیا کرو۔[1]

اس قدر مجبوریوں کا سامنا ہے، پھر بھی خود سے ان کو اپنے لئے حیلہ بہانہ نہ بنایا، بلکہ خدمت رسالت میں عذر پیش کر کے اجازت چاہی اور پھر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عذروں کے رہتے ہوئے جو جواب دیا وہ جماعت کی اہمیت کے اندازہ کے لئے کافی ہے

---

[1] ابوداؤد باب التشدید فی ترک الجماعۃ

بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ عتبان بن مالکؓ کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے جس میں اس کی صراحت ہے کہ بظاہر اسی طرح کے عذر کی وجہ سے آپ نے ان کو رخصت دے دی تھی اور اب بھی فقہاء اس واقعہ کے پیش نظر رخصت کے حق میں ہیں اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت مذکور نہیں ہے اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا مقصد وہاں یہ تھا کہ رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل افضل اور خوب تر ہے اور دوسرے یہ کہ جماعت کی مخصوص فضیلت مسجد ہی سے وابستہ ہے اور ان فیوض و برکات سے پورے طور پر وہی متمتع ہوسکتا ہے جو عزیمت پر عمل پیرا ہو۔[1]

مگر صاحب "التحریر المختار" نے سندی کے حوالہ سے جو جواب نقل کیا ہے وہ نظم جماعت کے زیادہ مطابق ہے فرماتے ہیں "عتبان بن مالکؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کے گھر کی ایک جگہ میں نماز پڑھیں جس کو انھوں نے مسجد بنایا تھا تو ہوسکتا ہے کہ مسجد بنانے کے بعد وہ اپنے قبیلے کی اس میں امامت کرتے ہوں، پس ان کو تارک جماعت نہیں کہا جائیگا اور نہ یہ کہا جائیگا کہ انھوں نے مسجد کی حاضری ترک کر دی بلکہ بات یہ ہوئی کہ انھوں نے اپنی معذوری کی وجہ سے ابعد مسجد (دور والی مسجد) کو چھوڑ دیا اور قریب کی مسجد کو اختیار کیا، اور اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے جس طرح محلّوں میں مسجد بنالی جاتی ہے اور جامع مسجد چھوڑ دی جاتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ انصار کے ہر قبیلہ کے لئے مسجدیں تھیں، چنانچہ جب وہ لوگ کسی وجہ سے آپ کے ساتھ نماز میں نہ حاضر ہو پاتے تو اسی میں نماز پڑھتے تھے۔[2]

خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ بصیرت کا مرقع ہے، آپ بیماری کی شدت سے بالکل نڈھال ہو گئے ہیں، لاغری اور ضعف کا پورا اثر ہے اور غشی پر غشی

[1] بخاری [2] مشکوۃ باب الجماعۃ عن البخاری۔

طاری ہورہی ہے مگر جب بھی معمولی افاقہ محسوس فرماتے ہیں تو رہ رہ کر یہی سوال کرتے ہیں کہ "جماعت ہوگئی؟" کہا جاتا ہے نہیں یارسول اللہ۔ یہ سُن کر جماعت کی نماز کے لئے اٹھنا چاہتے ہیں کہ پھر غشی کا دورہ پڑجاتا ہے یوں ہی چار مرتبہ آپ نے دریافت فرمایا "اصلی الناس" (کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟) اور ہر مرتبہ غشی کا حملہ ہوتا رہا اب جاکر آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرائی کہ آپ امامت کریں[1]

اسی مرض الموت میں ایسا بھی ہوا کہ صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے ہیں، آپ نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا اور دو شخصوں کے سہارے اس طرح مسجد جماعت کے لئے تشریف لائے کہ دونوں بازوئے مبارک دو شخصوں کے کندھوں پر ہیں اور پائے مبارک اپنی ناطاقتی کی وجہ سے زمین پر گھسٹتے ہوئے آرہے ہیں[2]

یہ تھی اہمیت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی، اس ذاتِ مقدس کی نگاہ میں جو معصوم تھی اور اللہ تعالیٰ کے بعد اسی کا درجہ ہے صرف قول ہی سے نہیں، بلکہ عمل سے اپنی اُمت کو تعلیم فرما گئے اور بتا گئے کہ ایک گھر میں ایک مقصد کے لئے سب کا مجتمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے پیشانی رگڑنا کس قدر ضروری ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

عہد صحابہ میں اہتمام جماعت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قول وفعل دونوں سے دینی شیرازہ بندی اور اجتماعی نظام کی تاکید فرمادی تو پھر آپ کے وہ جاں نثار جنہوں نے آپ پر اپنی جانیں نثار کیں اور اسی کو اپنی زندگی کا ماحصل اور سرمایہ جانا اور جن پر آپ کی نگاہ لطف وکرم بھی پڑ چکی تھی کیونکر آپ کی ایک ایک ادا پر جان نہ دیتے، حق یہ ہے کہ ان شیفتگانِ رسولؐ نے حق ادا کردیا، آپ جو راہِ حق بتا گئے زندگی کی آخیر سانس تک اس پر عمل پیرا رہنے کی سعیِ پیہم جاری رکھی اور دین کے

[1] مشکوٰۃ باب ما علی الامام عن البخاری والمسلم [2] بخاری باب

ایک ایک مسئلہ پر عمل کر کے ثبت دوام حاصل کر گئے۔

مسجدوں میں جماعت کی نماز اسی اہمیت اور حیثیت کے ساتھ قائم کرنے کی کوشش کی، جو دین کا مطالبہ اور عاشقانِ رسول کا شیوہ تھا۔ اس وقت استقصا مقصود نہیں ہے بلکہ چند صحیح واقعات ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت ام درداءؓ کہتی ہیں ایک دن حضرت ابو الدرداءؓ غصہ کی حالت میں تشریف لائے میں نے پوچھا کیا بات پیش آئی کہ اس قدر رنجیدہ اور غضبناک ہیں فرمانے لگے، خدا کی قسم میں امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بجز اس کے کچھ نہیں پاتا ہوں کہ با جماعت نمازیں پڑھی جائیں اور اب دیکھتا ہوں کہ لوگ اسے بھی ترک کرنے پر اتر آئے ہیں[1]۔

فاروق اعظمؓ جماعت کی نماز کے عاشق تھے اور آخر کار اسی عشق میں جان دی، آپ کا حال یہ تھا کہ اگر کسی کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نہیں پاتے تو اس کے یہاں خود پہنچ کر وجہ دریافت فرماتے، اور عذر معقول نہ پاتے تو اپنی خفگی کا اظہار فرماتے، ایک دن آپ نے کچھ لوگوں کو غیر حاضر پا کر فرمایا کیا بات ہے کہ وہ لوگ جماعت کے لئے مسجد نہیں آتے ان کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا کرنے لگیں گے، ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یا تو وہ پابندی مسجد آیا کریں یا ورنہ میں ان کی طرف ایسے اشخاص کو بھیجوں گا جو ان کی گردنیں مار دیں گے، پھر آپ نے فرمایا جماعت کی نماز کے لیے مسجد آیا کرو۔ یہ اخیر جملہ آپ نے تین بار فرمایا (کتاب الصلوٰۃ وما یلزمہا للامام احمدؒ ص۲)

انہی حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک دن صبح کی نماز میں سلیمان بن ابی حثمہ کو نہیں پایا (یہ جماعت میں کسی وجہ سے نہیں پہنچ پاتے تھے) کسی کام سے بازار تشریف لے جا رہے تھے حضرت سلیمانؓ کا گھر راستہ ہی میں پڑتا تھا، چنانچہ آپ ان کی ماں حضرت شفاءؓ کے پاس گئے اور

---

[1] مشکوٰۃ باب الجماعۃ عن البخاری

اُن کی غیر حاضری کی وجہ دریافت کی ان کی ماں نے بتایا، بات یہ ہوئی کہ سلیمان نے قیام لیل (تہجد) میں رات گذار دی اتفاق کی بات اخیر شب میں نیند کا غلبہ ہوگیا اور بلا قصد و ارادہ سو گئے، یہ سن کر حضرت فاروق اعظم نے فرمایا میرے نزدیک فجر کی نماز مسجد میں با جماعت پڑھنی، اس ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے کہ صبح کی جماعت چھوٹ جائے[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بازار والوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ جونہی اذان پکاری گئی سب سامان اور کاروبار چھوڑ چھاڑ مسجد چل کھڑے ہوئے یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے باب میں ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو تجارت وغیرہ جیسی پیاری چیز بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتی)[2]

حضرت عمر بن الخطابؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جماعت کی نماز میں نہ دیکھا اس کے یہاں تشریف لے گئے اور آواز دی آپ کی آواز سن کر وہ شخص گھر سے نکلے، امیر المومنین نے دریافت کیا، نماز میں غیر حاضر کیوں رہے؟ جواب میں کہا، حضرت! میں بیمار ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا یا امیر المومنین اگر حضرت کی آواز کان میں نہ پڑتی تو گھر سے نہیں نکلتا، یا یہ کہا کہ مسجد تک چلنے کی طاقت نہیں ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا، تم نے اس کی پکار پر لبیک نہیں کہا جو سب سے زیادہ ضروری تھی اور میری آواز پر نکل آئے، اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ کی طرف جو پکارنے والا پکارتا ہے اُس کی پکار پر جس قدر دھیان ضروری ہے مری پکار پر نہیں[3]

انھی حضرت عمرؓ کا کہنا ہے کہ مسجد میں نماز کے اندر اپنے بھائیوں کی تلاش کرو، کہ وہ

---

[1] مشکوٰۃ باب الجماعۃ ج ۱ ص ۹۷ [2] ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۵ [3] کتاب الصلوٰۃ وما یلزم فیہا للامام احمدؒ ص ۱۲

سب جماعت میں شریک ہیں یا نہیں، اگر کسی کو نہ دیکھو، تو دریافت کرو، خدا نخواستہ اگر بیماری کی وجہ سے نہ آسکے ہوں . . . . تو ان کی عیادت کو جاؤ، اور اگر وہ اپنی صحت و تندرستی کے باوجود نہیں آتے ہیں تو عتاب کرو[1]۔

امام غزالیؒ اس واقعہ کے نیچے لکھتے ہیں، جماعت کی نماز میں تساہل مناسب نہیں پہلے لوگ اس نماز یا جماعت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے جن لوگوں کو کوئی عذر شرعی نہ ہوتا پھر بھی وہ شریک جماعت نہ ہوتے تو ان کا جنازہ نکالا جاتا تھا جو اشارہ تھا کہ ایسا شخص مردہ ہے اس میں دینی روح نہیں ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؓ فرماتے ہیں دس برس سے موذن نے کوئی اذان نہیں دی مگر مسجد میں موجود رہا ہوں کہنے کا مطلب یہ تھا کہ دس برس سے مری جماعت کی نماز میں کوئی فرق نہ آیا[2]۔

مطرالوراق کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شوق جماعت کا یہ حال تھا کہ وہ خرید وفروخت میں مشغول ہوتے، ترازو ہاتھ میں ہوتی مگر جونہی اذان کی آواز کان میں پڑتی، نماز کو دوڑ پڑتے[3]۔

عمرو بن دینار الاعور کہتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، مدینہ منورہ کے بازار میں پہنچا تو دیکھا وہ سب (تاجر) مسجد جاچکے ہیں، سبھوں کے سامان چھپے ہوئے ہیں، کوئی نگراں کی حیثیت سے بھی باقی نہیں ہے، یہ منظر دیکھ کر حضرت سالمؒ کی زبان پر یہ آیت تھی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ اور فرمارہے تھے یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہیں[4]۔

---

[1] احیاء العلوم ج ا ص ۱۲۹، [2] ایضاً ص ۱۰۹ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۵ [4] ایضاً

(باقی آئندہ)

امیر الامرا نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ
اور
جنگ پانی پت

(از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی)

تمہید حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۷۰۷ء میں انتقال کیا اس وقت کوہ ہمالہ سے راس کماری تک اور افغانستان کی ایرانی سرحد سے آسام و خلیج بنگال تک کا تمام براعظم مرحوم دودمان تیموریہ کے زیر فرمان و نگیں تھا نہ مرہٹوں کی تلوار چمکنے کے قابل رہی تھی اور نہ راجپوت کمار سنبھالنے کے اہل باقی تھے نہ کسی حصہ ملک پر کوئی مسلم و غیر مسلم خود سر رئیس و حکمران تھا نہ ان میں سے کسی فرد میں بھی بغاوت کرنے کی طاقت و قوت تھی۔

زوال کا آغاز ہندوستان کی بد قسمتی کا پہلا وہ دن تھا کہ جس دن اس کی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو کر آپس میں ٹکرائی۔ شہزادہ معظم بہادر شاہ اور شہزادہ اعظم شاہ کی ستیز و آویز نے صوبہ آگرہ کے حدود اور جون ۱۷۰۷ء کے موسم گرما میں بہادروں کے خون کا سیلاب بہایا اس میں شہزادہ اعظم شاہ بہہ گئے اسد خاں ان کا وزیر تھا اور ذوالفقار خاں سپہ سالار یہی اس واقعہ کے باعث ہوئے۔ فروری ۱۷۰۹ء میں ناکام شہزادہ کام بخش کو بہادر شاہی سورماؤں نے تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور بہادر شاہ پانچ سال کے قریب اورنگ زیب کے بلند پایہ تخت پر تاج شاہی کے ساتھ جلوہ فرما رہا آخر ش فروری ۱۷۱۲ء میں اپنے ہر دو بھائیوں کے پاس ملک جاودانی کو کوچ کر گیا بہادر شاہ شریف دوست۔ بہادر سپہ سالار اور حید عالم تھا لیکن حضرت

عالمگیر کی مرتب و مہیا کی ہوئی شہنشاہی کو قائم و برقرار رکھنے اور اس کے سے دل و دماغ کی قائم مقامی کرنے کے قابل نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت تیموریہ کے لئے مضرت رساں ثابت ہوا۔

قوم مرہٹہ جس کو سیواجی نے نمایاں اور قابل توجہ بنایا تھا گو عالمگیر نے ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو اس قابل نہ رکھا تھا کہ تاریخ میں کوئی درجہ مل سکے ۱۶۸۰ء میں سیواجی فوت ہوا شاہانہ و شجاعانہ حملوں کے صدمات سے یہ قوم ریزہ ریزہ ہو کر غبار بن چکی تھی" پر بہادر شاہ کی کوتاہ نظری اور غفلت شعاری نے نئے سر سے ان میں زندگی کے آثار پیدا کر دئے دوبارہ قوت عود کر آئی سکھ جو درویشوں کے برگہ سے زیادہ نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے ان کو یہاں تک طاقت حاصل کرنے کا موقعہ دیا کہ سکھ جتھے شاہی سرداروں اور مشہور شاہی سپہ سالاروں کی ٹکریں سنبھالنے کے لئے میدان میں نکل آئے یہ سب باتیں بہادر شاہ کی غفلت شعاری کی بدولت یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں بہادر شاہ کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے چاروں بیٹے باہم دست بگریباں ہوگئے معز الدین۔ جہان شاہ۔ رفیع الشان نے مل کر زیر نگرانی ذو الفقار خاں اپنے بھائی عظیم الشان کو لاہور میں دریائے راوی کے ذریعہ بحر فنا کے گھاٹ اتارا اس کا بیٹا محمد کریم جو زندہ بچ رہا تھا گرفتار ہو کر معز الدین کے ہاتھوں قید ہستی سے آزاد ہوا۔ اس معرکہ میں جو مال ہاتھ آیا تھا تینوں میں تقسیم ہوا پھر جھگڑا کھڑا ہو گیا معز الدین اور جہان شاہ میں بات کی بات میں معرکہ کارزار گرم ہوا رفیع الشان تماشا دیکھ رہا تھا جہان شاہ کام آیا تو رفیع الشان سے دو دو ہاتھ ہوئے معز الدین اس کو ٹھکانہ لگا کر جہاندار شاہ کے لقب سے ہندوستان کا تاجدار بنا" ۴ر فروری ۱۷۱۳ء کو معز الدین جہاندار شاہ اپنے برادر زادہ فرخ سیر" جو بنگالہ کا صوبہ دار تھا" کے ہاتھوں مغلوب ہو کر قتل ہوا الہ آباد کے صوبہ دار سید حسن علی خاں و عبد اللہ خاں کی کار فرمائی کو اس میں زیادہ

دخل رہا۔

فرخ سیر نے ذو الفقار خاں کو قتل اور اسد خاں کو قید کیا۔ سید عبداللہ خاں کو قطب الملک اور سید حسن علی خاں کو امیر الامراء بنایا۔ فرخ سیر چند سال تک بادشاہ رہے تلون مزاجی۔ بدعہدی اور نامردی کے ہاتھوں دولت مغلیہ اور سلطنت اسلامیہ کے تباہی و بربادی کے باعث ہوئے حسن علی و حسین علی سادات بارہ کے ہاتھوں کھیلتا رہا۔ انھیں نے فروری ۱۷۱۹ء میں قتل کرادیا امراء و اعیان سلطنت کے دلوں سے رعب شاہی رخصت ہو چکا تھا بادشاہ شاہِ شطرنج سے زیادہ وقیع نہ تھے فرخ سیر کے بعد شمس الدین رفیع الدرجات بادشاہ ہوا تین چار ماہ بعد وہ فوت ہوا اس کے بعد رفیع الدولہ تخت نشین ہوئے۔ تین ماہ سلطنت کر کے راہی ملک بقا ہوئے پھر جہان شاہ کا بیٹا روشن اختر ستمبر ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ کے لقب سے اورنگ نشین تخت ہوئے یہ سب سے بازی لے گئے ان کی عشرت نوازی نے رہا سہا بھرم کھو دیا ایک طرف مرہٹے اور دوسری طرف سکھ ہنگامہ بپا کر رہے تھے بعض اُمرائے سلطنت کی شہ سے مرہٹوں کی اُمیدیں کچھ سے کچھ ہو گئی تھیں سید حسن علی امیر الامراء اور نظام الملک اُمراء شاہی سے کچھ عرصہ تک نیاز مندانہ تعلقات رکھتے رہے[1] حتیٰ کہ محمد شاہ سے ان کو فرمان صوبہ داری بھی عطا کرایا مگر ان کی سرشت بے وفائی موقعہ پاکر مرہٹوں نے دلی پر حملہ کر دیا مگر ان کو عزت سے پسپا ہونا پڑا یکایک انھیں دنوں میں نادر شاہ نے ہندستان پر حملہ کی ٹھانی نادر شاہ نے اشرف شاہ کے عہد میں عروج پاکر پہلے خراسان سے ابدالیوں کو نکال دیا اشرف ۱۷۲۹ء میں کرمان اور قندھار کے درمیان مارا گیا ترکوں نے ایرانیوں کے حدود پر قبضہ کر لیا یہ اُن سے لڑنے چلا تھا کہ خراسان میں پھر شورش ہو گئی واپس آکر خراسان فتح کیا پھر ہرات لیا یہاں سے شاہ طہماسپ کی جانب اصفہان پر بڑھا وہاں شاہ طہماسپ

---

[1] مرہٹوں کے راجہ ساہو اور اس کے ذی ہوش مدار المہام بالاجی بشوناتھ سید حسن علی اور نظام الملک سے نیاز مندانہ مراسم رکھتے تھے (تاریخ ہندوستان)

کو معزول کرکے اس کے نابالغ لڑکے کو برائے نام تخت پر بٹھایا۔ پھر قندھار کو فتح کرلیا تب اُس کی نظریں ہندوستان پر اُٹھنے لگیں نادر شاہ نے ایک قاصد محمد شاہ کے پاس بھیجا یہاں مے نوشی سے فرصت کہاں تھی کہ قاصد باریاب دربار کیا جاتا آخر ش نادر شاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اٹک عبور کرکے پنجاب کی طرف بڑھا لاہور پہنچتے ہی گورنر صوبہ سے مقابلہ ہوا وہ تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ نادر شاہ دہلی سے سو میل قریب پہنچ گیا سامنے محمد شاہی فوج بھی آگئی خان دوران خاں کمانڈر انچیف سخت مقابلہ کے بعد زخمی ہو گیا جانبری کی امید نہ رہی میدان سے ڈیرہ پر لائے گئے آصف جاہ عیادت کو پہنچے تھوڑی دیر میں خان دوراں نے آنکھ کھولی اور آہستہ سے اتنا کہا کہ خیر ہم تو اپنا کام کر چکے اب تم لوگ جانو اور تمہارا کام جانے مگر اتنا کہے دیتے ہیں کہ بادشاہ کو نادر کے پاس اور نادر کو شہر میں نہ لے جانا جس طرح ہو سکے اس بلا کو یہیں سے ٹال دینا محمد امین خاں برہان الملک اودھ سے آگئے تھے اور میدان جنگ میں داد شجاعت دے رہے تھے ہاتھی پر بیٹھ کر قزلباشوں کی فوج پر تیر برسا رہے تھے کہ قزلباش چاروں طرف سے گھر آئے ایک جوان نیشاپوری ان کا ہم وطن اور یار تھا گھوڑا اڑا کر ان کے قریب پہنچا اور آواز دی کہ

"محمد امین دیوانہ شدہ کہ جنگ می کنی و بچہ اعتماد جنگ می کنی"

برہان الملک نے بادشاہ کی نمک خواری کا بھی خیال نہ کیا قزلباشوں کے ساتھ نادر شاہ کے پاس حاضر ہوئے نادر شاہ نے جرم بخشی کرکے عنایت فرمائی برہان الملک کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا چنانچہ اس نے مصلحت آمیز باتیں کرکے نادر شاہ کو اس بات پر راضی کرلیا کہ حضور ایک معقول نذرانہ لیں اور یہیں سے وطن واپس تشریف لے جائیں نادر شاہ اس بات پر راضی ہو گیا۔ برہان الملک نے ایک عریضہ میں یہ سب حال بادشاہ کو لکھ بھیجا

محمد شاہ نے آصف جاہ بہادر کو روانہ کیا اس نے برہان الملک کے ذریعہ شاہ نادر سے ملاقات کی بعد گفتگو کے ٹھیرا یا کہ دو کروڑ روپیہ لعل بے بہا لیجئے اور یہاں سے اپنے وطن بخیر و خوبی مراجعت کر جائیے شاہ نادر نے آصف جاہ اور برہان الملک کی بات منظور کرلی آصف جاہ عہد و پیمان کرکے وہاں سے رخصت ہو کر محمد شاہ کے حضور میں آیا اس کارگذاری کو اس عنوان سے بیان کیا محمد شاہ آصف جاہ کی دولت خواہی سمجھے برہان الملک کی حسن خدمت کا کوئی ذکر ہی درمیان میں نہ آیا محمد شاہ نے خان دوران اور امیر الامرائی کا خطاب اور خلعت بیش بہا آصف جاہ کو عنایت کیا۔ برہان الملک وہاں امیر الامرائی کے منصب کو اپنا حق سمجھے بیٹھا تھا اس نے جب آصف جاہ کے خطاب و خلعت کا حال سنا تو بہت بگڑا اور پیچ و تاب کھایا اور نادر شاہ سے کہا حضور نے کیا غضب کیا جو ہندوستان کے قارونی خزانے کو چھوڑ کر دو کروڑ روپیہ پر رضامند ہوگئے یہ رقم تو فقط غلام ادا کرسکتا ہے۔ بادشاہی خزانے اور امراء و مہاجنوں کے گھرانوں کے کیا ٹھکانے ہیں۔ شہر یہاں سے صرف چالیس کوس ہے حضور وہاں تکلیف فرمائیں" نادر شاہ نے اپنے ارادے کو بدل دیا اور دلی چل کھڑا ہوا۔ آخر ش ہر دو بادشاہ نے ملاقات کی مارچ ۱۷۳۹ء کو دونوں بادشاہ لال قلعہ کی طرف بڑھے۔

میل ملاپ کی باتیں ہو رہی تھیں۔ دہلویوں اور مغلوں سے چل گئی نادر نے قتل عام کا حکم دیا کوئی تیس ہزار مقتول کہتا ہے کوئی چالیس ہزار آصف جاہ کے عرض معروض پر نادر نے تلوار میان میں کی۔ تخت طاؤس لیا بقول "مسٹر اسکاٹ" نوے لاکھ پونڈ نادر نے وصول کئے نادر نامہ میں لکھا ہے کہ پندرہ کروڑ روپیہ دہلی سے نادر کے ہاتھ لگا ساٹھ لاکھ پونڈ کی لاگت کا تخت طاؤس تھا مگر جہل نصائح شاہجہانی نے سات کروڑ قیمت تخت کی لکھی ہے اور نادر جو جواہر شاہجہانی خزانہ سے لے گیا بیس پچیس کروڑ سے کم نہ تھا۔ غرضکہ نادر شاہ صدہا ہاتھی

اور شاہی سواری کے گھوڑے بیسوں ہر قسم کے کاریگر اور علوی خان طبیب کو لے کر اپنے ملک واپس پھرا حکومت مغلیہ کی اس واقعہ سے رہی سہی آبرو جاتی رہی لشکر تباہ ہوا خزانہ خالی ہوگیا نادر شاہ کا آنا اور مغلیہ سلطنت کے ڈھانچے کو توڑ مروڑ کر چلے جانا سردار بلجو کے حق میں مفید ثابت ہوا اور اس کو اپنی حوصلہ آزمائی کا پورا موقع ہاتھ لگا۔

نادر کی تباہ کاری کے بعد ایرانی تورانی امرائے سلطنت کی غداری مرہٹوں کی ہمت کو دوبالا کرنے کا اور سبب بنی پھر تو وہ دلی کے تخت پر بیٹھنے کے خواب دیکھنے لگے مگر نوآمدہ مٹھی بھر روہیلے افغان حکومت مغلیہ پر جان فدا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اس جماعت کا سرگروہ نجیب خاں تھا۔ جو نواب دوندے خاں کی رسالداری سے ترقی کرتے ہوئے وزیر اعظم شاہ دلی کے عہدہ پر فائز ہوا اور مرہٹوں کے اقتدار اور ان کی بڑھتی ہوئی قوت کا خاتمہ اپنے حسن تدبیر سے احمد شاہ درانی کے ہاتھوں ایسا کرایا کہ خواب کی تعبیر کا پورا ہونا تو کجا قوم کے بقا کے لالے پڑ گئے۔

ہندوستان کے مشہور مورخین کی کوتاہ نظری قابل داد ہے غداروں کے احوال میں صفحے کے صفحے سیاہ کئے ملک وملت کے جانباز اور فداکاروں کو گمنامی میں رکھنے کی سعی کی جس سے ان کے کارناموں پر عرصہ تک پردہ پڑا رہا اس سے زیادہ ظلم یہ کیا گیا کہ صحیح واقعات کو پنہاں رکھا اور من گھڑت قصے لکھ مارے طباطبائی سے مورخ تو اپنے بھائی روہیلوں کو مرہٹوں کے پہلو بہ پہلو کردار کے اعتبار سے لا کھڑا کرتے ہیں دوسروں سے کیا شکوہ۔ روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت خاں نواب دوندے خاں نواب نجیب الدولہ وغیرہ کے حالات بھی مجبوری درجہ لکھے مگر بٹے ضرور لگا دیے گئے مولوی سید الطاف علی صاحب بریلوی نے حافظ رحمت خانصاحب اور نواب دوندے خاں کی سوانح عمریاں محققانہ لکھ دیں مگر ضرورت تھی کہ سب

سے بڑے کارگذار روہیلہ سردار نجیب الدولہ کی سوانح عمری بھی مرتب ہو جائے۔ چنانچہ "نواب نجیب الدولہ بہادر" راقم سطور نے اپنی بساط بھر کاوش اور تحقیق سے ترتیب دے دی ہے کوشش یہ کی ہے کہ اس مجاہد اعظم کی سیاسی سرگرمی اور ملکی کارنامہ اور اس نے مغلیہ حکومت کے بقاء کے لئے جو جانبازی اور سرفروشی دکھائی ان واقعات کو اس کی سوانح زندگی میں اصلی صورت میں پیش کر دئے جائیں کہا جاتا ہے "تاریخ اپنا ورق الٹتی ہے" چنانچہ آج کی سیاسی کشمکش میں نواب نجیب الدولہ کی زندگی ہمارے لئے سبق آموز ہے۔

امرائے ہند

نواب اسد خاں | عمدۃ الملک نواب اسد خاں اور اس کے خلف رشید نواب ذوالفقار خاں مرد عہد عالمگیری میں بلند پایہ کے سردار تھے مرہٹوں کی سرکوبی اور بڑے بڑے زبردست قلعوں کی تسخیر میں باپ بیٹوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے کہ عالمگیر ان پر اعتماد کرنے لگے۔

۱۶۹۶ء میں شہزادہ مرزا کام بخش قلعہ جھنجی کی فتح پر مامور ہوئے مگر ان کو محاصرہ کرنا پڑا اورنگ زیب عالمگیر نے اس مہم کے لئے ذوالفقار خاں کو بھیجا وہ کامیاب ہوا بادشاہ نے ان کو دکن کا صوبہ دار بنا دیا۔ عالمگیر جب خود بنفس نفیس دکن کو مرہٹوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے دکن میں داخل ہوا تو فوج کے نصف حصہ کی کمان ذوالفقار خاں کے سپرد تھی اور نصف حصہ کی سپہ سالاری خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لی شاہزادہ اعظم و معظم کی جنگ میں شریک رہے آگے دیکھتے ہوئے عالمگیر کے کنبہ کو کٹوا ڈالا آخر ش اپنی سزا کو پہنچے۔

امیر الامراء سید حسن علی خاں و قطب الملک سید عبد اللہ خاں | سید حسن علی سید عبد اللہ۔ اعظم و معظم کی لڑائی میں ہر دو بھائی معظم کی فوج میں تھے لڑائی میں ایسی بہادری دکھائی کہ بہادر شاہ نے سید عبد اللہ کو الہ آباد اور سید حسن علی کو بہار کا صوبہ دار بنا دیا بہادر شاہ فوت ہوا۔ جہاندار شاہ

بھائیوں کو قتل کر کے خود بادشاہ بنا تو بنگالہ میں عظیم الشان کا بیٹا فرخ سیر صوبہ دار تھا اس نے
اپنی ماں کے مشورہ سے سید حسن علی صوبہ دار بہار کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا اور حسن علی نے اپنے بھائی سید
عبداللہ کو بھی شریک کر لیا جب جہاندار کو اس کی خبر لگی تو اس نے سید عبدالغفار خاں کو الہ آباد
کی صوبہ داری کے لئے روانہ کیا کہ سید عبداللہ کو بیدخل کر دے سید عبدالغفار دس ہزار فوج لے
کر الہ آباد کی طرف چلا۔ الہ آباد سے سید عبداللہ خاں نے اپنے چھوٹے بھائی سراج الدین علی خاں
کو صرف ساڑھے تین ہزار فوج دے کر سید عبدالغفار خاں کے مقابلہ پر بھیجا۔ کڑہ مانک پور پر مقابلہ
ہوا عبدالغفار خاں کو شکست ہوئی اور سراج الدین میدان مصاف میں مارا گیا۔ پھر جہاندار شاہ
نے اپنے بیٹے اعزالدین کو پچاس ہزار لشکر کے ساتھ سید عبداللہ خاں سے لڑنے کے لئے روانہ
کیا اور عین قلیج خاں کو ہمراہ کیا۔ ادھر بنگال و بہار سے چل کر فرخ سیر آ گیا۔ شہزادہ اعزالدین ایسا
خوف زدہ ہوا کجوہ سے بھاگ آیا۔ ۳۰ نومبر کو جہاندار شاہ خود ذوالفقار خاں نصرت جنگ
کو ساتھ لے کر دلی سے چلا یکم جنوری کو آگرہ کے متصل فرخ سیر اور جہاندار شاہ کی زور آزمائی
ہوئی جہاندار شاہ کی طرف ذوالفقار خاں فرخ سیر کی طرف سید برادران تھے جہاندار شاہ اور اس کے
بیٹے اعزالدین نے راہ فرار اختیار کی مگر ذوالفقار خاں دیر تک مقابلہ پر جما رہا ادھر سید حسن علی خاں
زخموں سے چور چور ہو گیا انجام کار ذوالفقار خاں کو میدان چھوڑنا پڑا۔ فرخ سیر نے بادشاہ
ہوتے ہی سید عبداللہ خاں کو قطب الملک کا خطاب اور وزارت کا عہدہ عطا کیا اور سید حسین علی خاں
کو امیر الامراء کا منصب ملا ان دونوں نے کچھ عرصہ میں ہی بادشاہ کو مفلوج بنا دیا خود حکمرانی کرنے
لگے میر جملہ، عین قلیج خاں، محمد امین خاں، محمد امین سعادت خاں۔ اراکین سلطنت تھے وہ
اس عروج پر چیں بہ جبیں ہوتے ادھر فرخ سیر کو بھی یہ حرکتیں ناگوار ہونے لگیں۔
امیر الامراء سید حسین علی خاں کو دکن کی حکومت سپرد کی تاکہ اس طرح دربار سے دور